شریعت میں واقعاتی شہادت کی حیثیت

(جناب ڈاکٹر عبدالواحد جامعہ مدنیہ لاہور)

مترادفات ، واقعاتی شہادت اور اعتبار قرائن

چونکہ فقہاء کے کلام میں عام طور پر قرائن و قرینہ یا دلالت حال جیسے الفاظ ملتے ہیں اس لئے دئے گئے مضمون میں بجائے واقعاتی شہادت کے قرینہ وغیرہ کے الفاظ آئیں گے۔

قرینہ

باعتبار لغت: محض مقارنت و مصاحبت کی بناء پر جو امر کسی شے پر دلالت کرے ایسے امر کو قرینہ کہتے ہیں بالفاظ دیگر یہ وہ امر ہے جو مقصود کی طرف اشارہ کرے۔

باعتبار اصطلاح فقہاء: قرینہ بمعنی اِمارت، نشان یا علامت وہ امر ہے جس کے علم سے مدلول کے وجود کا ظن وگمان حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً بارش کی نسبت سے بادل اور بادل کے علم سے بارش کے وجود کا ظن وگمان حاصل ہوتا ہے۔

فقہاء نے قرینہ کی کوئی کامل تعریف نہیں کی جس کی وجہ شاید اولاً یہ ہو کہ انہوں نے قرینہ کو الگ سے موضوع بحث نہیں بنایا اور ثانیاً یہ کہ یہ اپنے معنی و مراد میں خود واضح ہے۔ البتہ فقہاء کے کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ قرائن وہ علامات معلومہ (معلوم نشانیاں و آثار) ہیں جو غیر معلوم امور پر دلالت کرتی ہیں۔

"مجلۃ الاحکام العدلیہ" کے مادہ ۱۷۴۱ پر قرینہ قاطعہ کی تعریف یوں ہے۔

ھی الامارۃ البالغۃ حدالیقین (حد یقین تک لے جانے والی علامت)۔

۲ مصطفیٰ زرقا: قرینہ ہر وہ ظاہری علامت ہے جو کسی مخفی شے کے ساتھ ساتھ پائی جاتی ہو اور اس مخفی شے پر دلالت کرتی ہو۔

قرینہ کے شرائط

وہ قرینہ کہ جس پر اعتماد جائز ہے درج ذیل شرائط رکھتا ہے:

۱۔ ایک امر ظاہر و معروف ایسا پایا جائے کہ بوجہ اس کی صفات و علامات کے اس کو استدلال کے لئے اساس بنایا جاسکے۔

۲۔ امر ظاہر اور اس سے ماخوذ قرینہ کے درمیان ایک تعلق پایا جائے۔ یہ تعلق اگرچہ مختلف حالتوں میں بدلتا رہتا ہے لیکن یہ شرط ضرور ہے کہ وہ قوی ہو اور صحت مند اساس پر قائم ہو مجرد وہم و خیال پر مبنی نہ ہو کیونکہ اس سے حاصل شدہ علم کو شہود (گواہوں) سے حاصل شدہ علم کے مماثل ہوتا ہے۔

رابطے کی اسی قوت و ضعف کے اعتبار سے قرائن کی دو قسمیں بنتی ہیں، قویہ اور ضعیفہ اور یہ اس وجہ سے کہ قرائن کی اپنے مدلولات پر دلالت قوت اور ضعف میں بہت زیادہ متفاوت ہوتی ہے۔ کبھی تو قوت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ قرینہ قطعیت کے درجے تک پہنچ جاتا ہے اور قرینہ قاطعہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ "مجلۃ الاحکام" کی دی گئی تعریف سے ظاہر ہوا اور کبھی وہ دلالت اتنی ضعیف اور رابطہ اتنا کمزور ہوتا ہے کہ قرینہ محض ایک احتمال کے درجے میں ہوتا ہے۔

اثبات دعویٰ کے طرق اور قضاء میں قرائن ضعیفہ کو کوئی مقام حاصل نہیں لہٰذا اقتصار صرف ان قرائن قویہ پر ہے جو ظن قوی کا فائدہ دیتے ہیں اس حیثیت سے کہ امور باطنہ میں سے کسی امر پر دلالت کرنے والی خود اس امر کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔

امور باطنہ وہ مخفی حقائق ہیں جن پر اطلاع باوجود احکام میں ان کی تاثیر کے دشوار

ہے۔ اور چونکہ شارع کی جانب سے تکلیف مالایطاق نہیں دی جاتی۔ لہٰذا واقع میں ان مخفی حقائق کی حقیقت کی بحث و تفتیش کی تکلیف نہیں دی گئی بلکہ ان کے دلائل یعنی دلالت کرنے والے امور پر اکتفاء کر لیا گیا اور احکام ان دلائل کے ساتھ مرتبط کر دیئے گئے کہ اگر وہ دلائل پائے جائیں تو حکم بھی آئے گا ورنہ حکم بھی نہ ہوگا مثلاً آلۂ قتل کا استعمال دلیل ہے قصد قتل پر)

قرینہ اور اس کے مدلول کے درمیان نسبت و رابطہ کبھی تو عقلی ہوتا ہے اور کبھی عرفی۔ اسی اعتبار سے قرائن بھی عقلیہ اور عرفیہ میں منقسم ہوتے ہیں۔

قرائن عقلیہ، وہ قرائن ہیں کہ ان کے اور ان کے مدلولات کے درمیان ایسی نسبت ہوتی ہے جس کا ہر حال میں استنتاج عقل کرتی ہے مثلاً میت کے جسم پر زخم کا وجود اس کے دھاردار آلے سے قتل کئے جانے پر دلالت کرتا ہے۔ اور ان دو کے درمیان نسبت و رابطہ محض عقلی ہے۔

قرائن عرفیہ، وہ قرائن ہیں کہ ان کے مدلولات کے درمیان نسبت عادت و عرف پر مبنی ہوتی ہے اور عادت و عرف کی تبدیلی سے یہ نسبت خود بھی بدلتی رہتی ہے مثلاً عیدالاضحیٰ سے کچھ قبل کسی مسلمان کا بکری خریدنا بوجہ عرف و عادت دلالت کرتا ہے قربانی کی نیت پر۔ لہٰذا اس میں یہ بات ملحوظ ہوگی کہ وہ جانور ان تمام عیوب سے مبرا ہو جو اس کے جواز ذبح میں مانع ہیں ورنہ وہ جانور اس کے مالک پر لوٹا دیا جائے گا۔

قرائن کے انواع، مختلف اعتبارات سے قرائن کے کئی انواع بنتے ہیں۔

قوت و ضعف کے اعتبار سے۔

١۔ قرینہ اتنا قوی اور مستقل ہو کہ کسی اور دلیل کی احتیاج نہ ہو۔ اسی کو "بینہ نہائیہ" اور "قرینہ قاطعہ" بھی کہتے ہیں۔ مثلاً۔

۱۔ ایک خالی مکان سے ایک خوفزدہ اور دہشت زدہ شخص ہاتھ میں خون آلود چھری لئے ہوئے نکلا اور مکان میں اس وقت ایک ذبح شدہ لاش پائی جائے تو اس شخص کے قاتل ہونے میں کوئی اشتباہ نہیں ہوگا۔[1]
(بعض فقہاء کے نزدیک)

۲۔ حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک خلوت استحقاق مہر پر قرینہ قاطعہ ہے۔

۳۔ شب زفاف میں کسی عورت کو بنا سنوار کر حجرہ عروسی میں لانا قرینہ قاطعہ ہے زوج کے لئے اس کے ساتھ ہمبستری کے جواز پر

ب۔ قرینہ ترجیح وتاکید اور تقویت کا باعث ہو۔

مثلاً گھر کے ساز وسامان کے بارے میں میاں بیوی کا تنازعہ، دونوں کا قبضہ ثابت ہو تو ایسی صورت میں کسی چیز کا زوجین میں سے کسی ایک کے مناسب اور لائق استعمال ہونا اس کے قول ودعوئے کی ترجیح وتقویت پر قرینہ ہے۔

ج۔ قرینہ مرجوح اور کمزور ہو تو یہ محض احتمال کے درجے میں ہے۔ اثبات دعوئے اور قضاء میں اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔

مثلاً قبضہ ایک دلیل وقرینہ ہے لیکن اگر کوئی اور زیادہ قوی دلیل اس کے بالمقابل پائی جائے تو پھر اس کا اعتبار ساقط ہوجاتا ہے جیسے کہ ایک شخص کے سر پر عمامہ ہے اور اس کے ہاتھ میں بھی ایک عمامہ ہے۔ ایک اور شخص اس کے پیچھے ننگے سر دوڑ رہا ہے۔ حالانکہ ننگے سر چلنا اس کی عادت نہیں ہے۔ تو ننگے سر نہ چلنے کی عادت ہونا یہ قرینہ زیادہ قوی ہے اور مقدم ہے آگے دوڑنے والے شخص کی دلیل قبضہ پر۔

مصدر و ماخذ کے اعتبار سے:

ا۔ قرائن نصّیہ: یہ وہ قرائن ہیں جن پر کتاب و سنت کی کوئی نص وارد ہوئی ہو اور شارع نے اس کو کسی شئی معین پر علامت بنایا ہو۔

مثلاً خون قرینہ ہے قتل پر یوسف علیہ السلام کے قصہ میں وجاء وا علی قمیصہ بدم کذب۔

طلب اذن پر کنواری کی خاموشی و سکوت قرینہ ہے اس کی رضامندی پر اور "فراش" علامت و قرینہ ہے خاوند کی طرف بچے کی نسبت پر۔

ب۔ قرائن فقہیہ: فقہاء نے بعض قرائن کا استخراج کیا اور ان کو بعض دوسرے امور پر دلیل بنایا ہے اسی طرح قضاۃ نے بھی بہت سے ایسے قرائن کا استنباط کیا، دعاوی میں ان سے استدلال کیا اور کتب فقہ میں انکا ذکر کیا ہے قاضی اگر مجتہد نہ ہو تو اس کے لیے ان قرائن کے بموجب فیصلہ کرنا لازم ہوگا۔

ج۔ قرائن قضائیہ: ممارست قضاء اور معرفت احکام سے قاضی کو ایک ملکہ حاصل ہوجاتا ہے جس کی مدد سے وہ اپنی ذکاوت، فراست اور فطانت سے قرائن کا استنباط کرتا اور اپنے فیصلوں میں ملحوظ رکھتا ہے۔

ائن کی مشروعیت | قرآن و سنت میں "بینہ" کا لفظ وارد ہوا ہے؛[1]

بہت سے فقہاء کی رائے ہے کہ "بینہ" سے مقصود شہادۃ شہود ہے۔ ان کی ۔۔۔یہ ہے کہ اکثر مواضع پر "بینہ" سے شہود ہی مراد ہیں۔ پس زنا میں قول خداوندی ۔۔۔د ہوا، لولا جاؤ علیہ باربعۃ شہداء فاذ لم یاتوا بالشہداء فاولئک عند اللہ

---

[1] کتاب علم القضاء، ج ۱، ص ۹۰۸ میں احمد حصری رقمطراز ہیں:

ھم الکٰذبون۔ (سورۂ نور)

ترجمہ: کیوں نہ لائے وہ اس بات پر چار شاہد پھر جب نہ لائے شاہد تو اللہ کے یہاں وہی ہیں جھوٹے۔

سنت و حدیث ... جب ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر زنا کا الزام رکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البینۃ أو حد فی ظھرک (یا تو گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پشت پر حد قذف لگے گی) اس کی تفسیر چار مردوں کی شہادت کی گئی ہے اسی طرح اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ ایک اور شخص کے ساتھ اپنا جھگڑا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بینتک او یمینہ اور ایک روایت میں شاھداک او یمینہ یہاں بھی بینہ سے مراد شہود ہیں۔

اور بعض فقہاء کی رائے ہے کہ بینۃ محض شہادت شہود میں منحصر نہیں بلکہ یہ تو بینات شرعیہ کی انواع میں سے محض ایک نوع ہے۔ ان کے نزدیک البینۃ ھی کل ما یبین الحق و یظھرہ (بینہ ہر وہ چیز ہے جو حق کو کھول دے اور اسے ظاہر کر دے) اور بینہ مدعی کی اپنے دعوے پر دلیل و حجت کا نام ہے۔) ان کے نزدیک بینہ سے محض شہادت شہود مراد لینا ایک بے سند بات ہے بلکہ قرآن و سنت میں اس سے مراد صحت دلیل و برہان ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک البینۃ علی المدعی سے یہ مراد ہے کہ مدعی پر لازم ہے کہ وہ اپنے دعوے کی تصحیح اقامت دلیل کے ساتھ کرے تاکہ اس کے حق میں فیصلہ کیا جا سکے اور یقیناً دو گواہ بھی بینہ ہی میں سے ہیں ـــ بینہ کی مراد میں تعمیم کے مجوزین میں سے علامہ ابن قیم جوزیہ بھی ہیں جنہوں نے

لہ سورۃ النور۔

اپنی کتاب "الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ" میں بینات شرعیہ کی چھبیس اقسام گنوائی ہیں اپنی اس کتاب میں وہ لکھتے ہیں :

"پس شارع نے قرائن و امارات اور دلائل احوال کو لغو نہیں ٹھہرایا بلکہ جس نے بھی شریعت کا استقصاء اس کے مآخذ میں کیا ہے اس نے شریعت کو ان کے معتبر ہونے کا گواہ اور ان پر احکام کو مرتب کرنے والا پایا ہے"۔[1]

خود اثبات کے وسائل قرائن کا سہارا لیتے ہیں بلکہ شہادت بھی تو ایک خبر ہی ہے جو صدق و کذب دونوں کا احتمال رکھتی ہے۔ ہم اس میں صدق کے احتمال کو ایک قرینہ کی بناء پر ترجیح دیتے ہیں اور وہ قرینہ یہ ہے کہ اولاً تو شاہد اس کے ذریعے سے اپنے لیے کوئی نفع کی صورت پیدا نہیں کر رہا اور ثانیاً خود اس کا عقیدہ بھی اس کا تقاضا کر رہا ہے کہ سچی اور صحیح شہادت کی ادائیگی ہونی چاہیے۔

اسی طرح اقرار بھی ایک خبر ہے لیکن اس کے احتمال صدق کو، جو کہ یقین کے درجے کے قریب تک پہنچ گیا ہے، اس قرینہ کی بنا پر ترجیح دی جاتی ہے کہ یہ باوجود انسان کے حُبِ مال اور حُبِ نفس کے اس کے اپنے ہی خلاف ایک خبر ہے۔

غرض فقہاء فی الجملہ قرائن سے استمداد پر متفق ہیں اگرچہ تفصیل میں اختلاف کرتے ہیں۔

قضاء بالقرائن کی مشروعیت

اثبات بالقرائن کی مشروعیت پر فقہاء کے دو مختلف قول ہیں۔

اوّل: قضاء بالقرائن جائز ہے ـــــ اس کی صراحت حنابلہ میں سے ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ نے، حنفیہ میں سے بدرالدین ابن الغرسؒ، زیلعیؒ، ابن عابدینؒ اور طرابلسی نے،

---

[1] الطرق الحکمیہ، ص ۱۲۔

اور مالکیہ میں سے ابن فرحونؒ ابن جزئیؒ اور عبدالمنعم بن الفرسؒ نے کی ہے۔
اور دلالۃً اس کا قول اکثر فقہاء نے کیا ہے جیسا کہ ابن القاسم العنسی الیمانی الزیدیؒ نے اس کی تصریح کی ہے۔ بقیہ فقہاء نے اثبات بالقرائن سے تعرض ہی نہیں کیا نہ اثباتاً نہ نفیاً۔ البتہ تفتیش و تحقیق کے بعد معلوم ہوگا کہ انہوں نے بھی بہت سے قرائن و علامات کا استنباط و استخراج کیا ہے اور اپنی کتب میں ان کا ذکر کیا ہے۔

ثانی، قضاء بالقرائن جائز نہیں — اس کی صراحت خیرالدین رملی، ابن نجیم مصری اور صاحب تکملہ ردالمختار علی الدرالمختار نے کیا ہے۔

دلائل، مجوزین کے دلائل:

۱۔ وجاءوا علی قمیصہ بدم کذب قال بل سولت لکم انفسکم امراً فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون ہ

ترجمہ: "اور لائے اس کے کُرتے پر لہو لگا کر جھُوٹ۔ کہا یہ ہرگز نہیں بلکہ بنا دی ہے تم کو تمہارے نفسوں نے ایک بات۔ اب صبر ہی بہتر ہے اور اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں اس بات پر جو تم ظاہر کرتے ہو۔"

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے قمیص پر لہو کو اپنی سچائی کے لیے علامت بنایا یہ ایک قرینہ تھا۔ لیکن اس کے معارض ایک اور قوی تر اور زیادہ ظاہر قرینہ تھا اور وہ یہ کہ قمیص سالم تھی۔ پس یعقوب علیہ السلام نے ان کے کذب پر سلامتی قمیص سے استدلال کیا۔ ان کے قرینہ اول کو رَد کرنے اور قرینہ ثانی کو اخذ کرنے کی دلیل وہ روایت ہے جس میں ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

---

[1] سورہ یوسف: آیت ۱۸۔

متیٰ کان الذئب حلیما یاکل یوسف ولا یخرق قمیصہ۔

ترجمہ: بھیڑیا کب اتنا حلیم ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کو کھالے اور ان کی قمیض کو نہ پھاڑے۔

تفسیر قرطبی میں قرطبی رحمہ اللہ نے لکھا" ہمارے علماء نے کہا کہ جب انہوں نے خون کو اپنی سچائی کی علامت بنانا چاہا تو اللہ تعالےٰ نے اس علامت کے ساتھ ایک ایسی علامت کردی جو اول کے معارض تھی اور وہ تھی دانتوں سے قمیض کا سالم رہ جانا کیونکہ یہ ممکن نہیں تھا کہ بھیڑیا یوسف علیہ السلام کو تو پھاڑ کھائے اور ان کی پہنی ہوئی قمیض کو سالم چھوڑ دے۔ علامہ قرطبی نے یہ بھی کہا کہ "فقہاء نے اس آیت سے مسائل فقہ یعنی قسامت وغیرہ میں امارات سے کام لینے پر استدلال کیا ہے اور ان کا اجماع ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے ان کے کذب پر سلامتیٔ قمیض سے استدلال کیا ـــ اور اسی طرح نظر و فکر کرنے والے پر واجب ہے کہ جبکہ امارات باہم متعارض ہوں تو وہ ان کا لحاظ کرے اور جو ان میں سے راجح ہو جائے اسی جانب فیصلہ کرے۔

۲۔ وشهد شاهد من اهلها ان کان قمیصه قد من قبل فصدقت وهو من الکاذبین و ان کان قمیصهٗ قد من دبر فکذبت وهو من الصدقین ہ فلما رأی قمیصه قد من دبر قال انهٗ من کیدکن ان کیدکن عظیم ہ [1]

ترجمہ: "اور گواہی دی ایک گواہ نے عورت کے لوگوں میں سے اگر ہے کرتہ اس کا پھٹا آگے سے تو عورت سچی ہے اور وہ ہے جھوٹا۔ اور اگر ہے کرتہ اس کا پھٹا پیچھے سے تو یہ جھوٹی ہے اور وہ سچا ہے۔ پھر جب دیکھا عزیز نے کرتہ اس کا پھٹا ہوا پیچھے سے

---

[1] سورۃ یوسف آیات ۲۸، ۲۶۔

تو کہا بےشک یہ ایک فریب ہے تم عورتوں کا۔"
اللہ تعالیٰ نے قمیص کے پھاڑنے کو دو جھگڑنے والوں میں سے ایک کے صدق پر قرینہ اور دلیل بنایا اور خاوند اسی قرینہ کے توسل سے یوسف علیہ السلام کی تصدیق اور اپنی بیوی کی تکذیب کے حکم تک پہنچا۔ یہ مشروعیت قرائن کی دلیل ہوئی اور اس قول کو شہادت اس بناء پر کہا گیا کہ اس کو یوسف علیہ السلام کے قول کے اثبات اور عورت کے قول کے ابطال میں ادا کیا گیا۔

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الولد للفراش وللعاهر الحجر۔

ترجمہ: بچہ بستر والے کے لیے ہوگا اور زنا کرنے والے کے لیے پتھر ہیں۔

فراش قرینہ ہے میاں بیوی کے درمیان مخالطت مشروعۂ زوجہ کے رحم میں زوج کے نطفہ داخل ہونے اور اس نطفہ سے جنین بننے پر۔ پس بچہ زوج کا ہوگا اور اس سے نسب ثابت ہوگا کیونکہ غالب یہی ہے کہ فراش کا تحقق مخالطت مشروعہ سے ہوتا ہے۔ لہٰذا قرینہ کو اس کے قائمقام کر دیا گیا ــــ پس فراش قرینہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرینہ کی بناء پر نسب کے ثبوت کا حکم فرمایا۔

۴۔ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال اردت السفر الی خیبر فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت لہ انی ارید الخروج الی خیبر فقال اذا اتیت وکیلی فخذ منہ خمسۃ عشر وسقا فاذا طلب منک آیۃ فضع یدک علی ترقوتہ۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ میں نے خیبر کے سفر کا ارادہ کیا پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرا

خیبر کو جانے کا ارادہ ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میرے وکیل کے کے پاس آؤ تو اس سے پندرہ وسق لے لینا۔ جب وہ تم سے کوئی نشانی طلب کرے تو اپنا ہاتھ اس کی ہنسلی کی ہڈی پر رکھنا یہ علامت و قرینہ ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال حوالے کرنے میں اس پر اعتماد فرمایا۔

۵۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال اتی رسول اللہ صلی علیه وسلم اهل خیبر علی ان یجلو منها و لهم ما حملت رکابهم و لرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الصفراء و البیضاء والحلقة (وهی السلاح) وقال لهم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم و برءت منکم ذمة اللہ وذمة رسوله ان کتمتمونی شیئا فغیبوا مسکا فیه مال وحلی لحیی بن اخطب کان احتمل معه الی خیبر حین اجلیت النضیر۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لعم حیی ابن اخطب ما فعل امسك حیی الذی جاء به من النضیر۔ قال اذهبتہ النفقات والحروب۔ قال العهد قریب والمال اکثر من ذلك فدفعه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الی الزبیر فمسه بعذاب فقال قد رأیت حییا یطوف فی خربة ههنا فذهبوا فطافوا به فوجدوا المسك فی الخربة۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اہل خیبر کے پاس آئے کہ ان کو جلاوطن کریں اور ان کے لیے وہ کچھ ہوگا جو ان کی سواریاں اٹھا لیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سونا چاندی اور ہتھیار۔ ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تم نے مجھ سے کچھ چھپایا تو اللہ کا اور اس کے رسولؐ کا ذمہ تم سے بری

ہوگا۔ تو انہوں نے ایک کھال چھپا دی جس میں حی ابن اخطب کا وہ مال اور زیورات تھے جو وہ اپنے ساتھ خیبر لے آیا تھا جبکہ بنو نضیر جلاوطن کئے گئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حی بن اخطب کے چچا سے پوچھا اس کھال کا کیا بنا جو حی اپنے ساتھ نضیر سے لایا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ خرچوں اور جنگوں میں ختم ہوگیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زمانہ تو قریب کا ہے اور مال اس سے بہت زیادہ تھا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو زبیر رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا جنہوں نے اس کو کچھ تکلیف دی تو وہ بول پڑا کہ "میں نے حی کو یہاں ویرانے میں گھومتے دیکھا ہے۔ صحابہ گئے اس کے ساتھ چکر لگایا اور کھال کو ویرانے میں پالیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے جھوٹ پر بوجہ قرب زمانہ اور کثرت مال کے قرینہ کے حکم فرمایا۔

۔ عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال لا تنكح الايم حتی تستامر ولا تنكح البكر حتی تستاذن۔ قالوا يا رسول الله فكيف اذنها قال ان تسكت۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیوہ کا نکاح نہ کیا جائے یہاں تک کہ اس سے مشورہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح نہ کیا جائے یہاں تک کہ اس کی اجازت لی جائے صحابہ نے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ اس کی اجازت کیونکر ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا اس کا خاموش رہنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنواری کی خاموشی کو اس کی رضامندی پر دلیل بنایا اور خاموشی و سکوت قرینہ ہی تو ہے۔

نعین جواز کے دلائل:

۔ عن ابن عباس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لو كنت راجما احدا بغير بينة لرجمت فلانة فقد ظهر

منها الريبة فی منطقها و هیئتها و من یدخل علیها۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی کو بغیر بینہ کے رجم کرتا تو فلاں عورت کو رجم کرتا کیونکہ اسکی گفتگو اور ہیئت اور ان لوگوں میں جو اس کے پاس آتے ہیں تردد و کھٹک ہے۔

اگر قرائن پر عمل جائز ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت پر بوجہ زنا کی ان علامات کے جو اس عورت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ثابت ہوئیں ضرور حد قائم کرتے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر عمل نہیں کیا۔ پس قرائن پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ قرائن نہ تو منضبط ہیں اور نہ دلالت میں پابند ہیں۔ بسا اوقات قرائن قوی نظر آتے ہیں لیکن پھر ان کو ضعف لاحق ہو جاتا ہے پس ان کے ذریعے سے حکم ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

قرائن سے حدود کا اثبات

اس میں فقہاء کے دو قول ہیں:

قول اول: قرائن سے حدود کا اثبات جائز ہے اور یہ مذہب مالکیہ اور حنابلہ کے ایک قول کے مطابق ہے۔

حد زنا: مثلاً ایک غیر شادی شدہ عورت جو کہ مقیم ہو اور پردیسی نہ ہو اور اس پر اکراہ و زبردستی کی کوئی علامت بھی نہ پائی جاتی ہو اس کو اگر حمل ہو گا تو اس پر زنا کی حد لگائی جائے گی۔ اس میں ان کا استناد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اُس اثر سے ہے جو ترمذی میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے فرمایا" اس میں جو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا تھا آیت رجم بھی تھی۔ پس ہم نے اس کو پڑھا اور سمجھا اور محفوظ کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے رجم کیا۔ پس میں ڈرتا ہوں کہ لوگوں پر زمانہ طویل گزرنے سے ایک کہنے والا یہ کہنے لگے اللہ کی قسم ہم اللہ تعالےٰ کی کتاب میں رجم (کی سزا) نہیں پاتے۔ پس وہ گمراہ ہو گا اس فریضہ کو ترک کرنے کی وجہ سے جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ اور رجم کتاب اللہ میں حق و لازم ہے اس شخص پر (خواہ وہ مردوں میں سے ہو یا عورتوں میں سے) جس نے زنا کیا جبکہ وہ محصن ہو اور اس پر بینہ قائم ہو جائے یا حمل ہو یا اقرار ہو۔ ؎

اسی طرح انہوں نے ذیل کی روایت سے بھی استدلال کیا۔

علقمہ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت نماز کے ارادے سے باہر نکلی۔ اس کو ایک شخص ملا جو اس عورت پر غالب آیا اور اس سے اپنی حاجت پوری کی۔ وہ عورت چلائی اور وہ شخص چلا گیا اس عورت کے پاس سے ایک مرد گزرا اس عورت نے کہا اِس مرد نے مجھ سے ایسا ایسا کیا ہے، صحابہ گئے اور اس شخص کو جس کے بارے میں اس عورت نے گمان کیا تھا۔ کہ اُس نے اِس سے زنا کیا تھا پکڑ لائے۔ اس عورت نے کہا۔ ہاں یہی وہ شخص ہے۔ تو صحابہ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں حکم صادر فرمایا تو وہ اصل شخص جس نے واقعتہً اس عورت سے زنا کیا تھا کھڑا ہوا اور کہا اے اللہ کے رسولؐ ! اس عورت کا مجرم میں ہوں۔ اس

؎ ترمذی ــــ کتاب الحدود۔

پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا "تو چلی جا تحقیق اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا (کہ بوجہ تیری عدم رضا کے تجھ پر کوئی گناہ نہیں) اور گرفتار شدہ شخص کے بارے میں اچھا قول فرمایا اور جس شخص نے زنا کیا تھا اس کے بارے میں فرمایا اس کو رجم کر دو اور فرمایا تحقیق اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر (تمام) اہل مدینہ کرتے تو ان سے مقبول ہوتی[۱]

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ روایت تہمتوں میں قرائن کے معتبر ہونے پر دلیل ہے اور یہی فقہاء مدینہ کا مذہب بھی ہے۔

حد شُرب خمر: مالکیہ اور حنابلہ قرینہ پر اعتماد کرتے ہوئے اس شخص پر جس کے منہ سے شراب کی بو آتی ہو یا جس کے بارے میں ثابت ہو گیا کہ اس نے شراب کی قے کی ہے، اثبات حد کے قائل ہیں۔

حد سرقہ: حنابلہ کے نزدیک جس شخص پر چوری کی تہمت لگائی گئی ہو اس کے پاس سے اگر مال مسروقہ برآمد ہو تو اس پر حد لگائی جائے گی کیونکہ مال مسروقہ قرینہ ہے سرقہ پر۔ ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ بینہ اور اقرار سے بھی قوی تر ہے۔

مالکیہ کے نزدیک مال مسروقہ کا مالک کی حفاظت سے نکالنا اقرار یا قرائن احوال سے ثابت ہوگا۔ مثلاً ایک شخص نے مالک کی حفاظت میں سے نصاب سرقہ کئی موقعوں میں کر کے نکالا جب کہ یکبارگی نصاب سرقہ کی چوری اس کے لیے ممکن نہ تھی تو قرینہ سے دلالت حاصل ہوگی کہ وہ نصاب سرقہ کی چوری کا ارادہ رکھتا تھا اور مختلف موقعوں میں کر کے جو ایک نصاب چوری کیا تو محض مجبوری اور ممکن نہ ہونے کی بنا پر۔

قول ثانی: قرائن سے حدود کا اثبات جائز نہیں — یہ مذہب حنفیہ شافعیہ

---

[۱] ابوداؤد۔ کتاب الحدود

ورحنابلہ کے ایک قول کے مطابق ہے وجہ — (۱) حدود شبہات کی وجہ سے ٹال دیئے جاتے ہیں۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ادرءوا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان وجدتم لمسلم مخرجا فخلوا سبیلہ فان الامام ان یخطئ فی العفو خیر من ان یخطئ فی العقوبۃ [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دور کرو حدود کو مسلمانوں سے جہاں تک ہو سکے۔ پس اگر تم مسلمان کے لیے نکلنے اور بچنے کی کوئی راہ پاؤ تو اس کا رستہ چھوڑ دو کیونکہ امام کا درگزر میں خطا کرنا سزا میں خطا کرنے سے بہتر ہے۔

حدزنا کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں بغیر بینہ کے کسی کو رجم کرنے والا ہوتا تو فلانی عورت کو رجم کی سزا دیتا کیونکہ اس کی گفتگو، ہیئت اور لوگ اس کے پاس آتے ہیں ان میں شک و قلق ہے۔

حدشرب خمر کے متعلق درمختار میں یوں تحریر ہے:

ذ اخذ) الشارب و (ریح ما شرب) من خمر أو نبیذ فتح فمن حصر الرائحة علی الخمر فقد قصر (موجودة) خبر الریح وھو مؤنث سماعی غایة (الا ان تنقطع) الرائحه لبعد المسافة وحینئذ (یحد ان یشهدا بالشرب طائعا ویقولا اخذناه و ریحها موجودة

---

[1] ترمذی۔ کتاب الحدود۔

(ولا يثبت) الشرب (بها) بالرائحة (ولا بتقايئها بل بشهادة رجلين يسالهما الامام عن ماهيتها وكيف شرب) لاحتمال الاكراه (ومتى شرب) لاحتمال التقادم (واين شرب) لاحتمال شربه فی دار الحرب (أو) يثبت (باقراره) مرة له . . .

ترجمہ: پینے والا جب پکڑا جائے اور حالت یہ ہو کہ پی ہوئی شراب یا نبیذ کی بو موجود ہو۔ اور پینا ثابت نہیں ہوگا بو کی وجہ سے اور نہ اس کے قے کی وجہ سے بلکہ دو مردوں کی گواہی کی وجہ سے کہ امام ان سے پی ہوئی چیز کی ماہیت کے بارے میں سوال کرے گا اور یہ کہ کیسے پی؟ بوجہ احتمال اکراہ کے اور کب پی؟ بوجہ احتمال تقادم کے اور کہاں پی؟ بوجہ دار الحرب میں پینے کے احتمال کے یا پینا ثابت ہوگا اس کے ایک مرتبہ کے اقرار سے۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ نے اپنے حاشیہ رد المحتار میں بُو کے بارے میں لکھا کہ کبھی یہ غیر خمر سے بھی پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ ایک شعر میں کہا گیا ؎

يقولون انك قد شربت مدامة　　　فقلت لهم لا بل اكلت السفرجلا

ولا بتقائيها پر علامہ شامی نے اپنے حاشیہ میں لکھا — بوجہ اس احتمال کے کہ اس نے شراب بوجہ اکراہ یا اضطرار کے پی ہو۔ پس حد واجب نہیں ہوگی شک سے اور مصنفؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ اگر کوئی نشہ میں مدہوش پایا جائے تو اس پر بغیر اقرار یا بینہ کے حد نہیں لگائی جائے گی بوجہ ان احتمالات کے جو ہم نے ذکر کئے یا یہ کہ کسی مباح چیز سے اس کو نشہ آگیا ہے۔ لیکن مجرد بو یا نشہ کی وجہ سے اس کو تعزیر دی جائے گی جیسا کہ قہستانی میں ہے۔

نیز لکھتے ہیں کہ ثبوت شرب کو بینہ اور اقرار میں محصور کرنے میں اس بات پر دلیل

ہے کہ جس کے گھر میں شراب پائی جائے اور وہ فاسق بھی ہو یا ایک جماعت کو شراب پر مجتمع پایا جائے اور کسی نے ان کو پیتے ہوئے نہ دیکھا ہو تو ان پر حد جاری نہیں کی جائے گی بلکہ صرف تعزیر کئے جائیں گے۔

قرائن سے اثبات قصاص

جمہور فقہاء نے قصاص کے باب قسامت میں قرائن کی مشروعیت پر اتفاق کیا ہے۔ البتہ اس باب کے علاوہ میں وہ دو مختلف قول پر ہیں

قول اوّل : ابن فرحونؒ نے قصاص کے وجوب میں عمل بالقرائن کے جواز کا قول کیا ہے اور مجلۃ الاحکام والاقصہ ذکر کیا ہے[۵] جیسا کہ اس طرف حنفیہ میں سے ابن الغرس اور ابن عابدین گئے ہیں اور مجلۃ الاحکام نے اس کی تصریح کی ہے۔ مالکیہ میں سے ابن فرحونؒ اور حنابلہ میں سے ابن قیم نے اس کا قول کیا ہے۔

آپس کے اختلاف کے باوجود حنفیہ کا عمل خون میں نکول پر ہے (کسی محلہ میں کوئی لاش پائی جائے اور قاتل معلوم نہ ہو تو اہل محلہ میں سے پچاس سے قسم لی جائے گی۔ قسم سے باز رہنا نکول ہے)

پس امام ابوحنیفہؒ نے نکول کی وجہ سے جان سے کم میں قصاص کو ثابت کیا اور صاحبین نے نکول کے سبب سے جان اور جان سے کم میں تاوان کو واجب کیا اور قضاء بالنکول قضاء بالقرائن ہی سے تو عبارت ہے کیونکہ ناکل (قسم سے باز رہنے والا) یا تو حمایت کرنے والا ہوگا یا اقرار کرنے والا ہوگا اور اگر ایسی بات نہ ہوتی تو وہ واجب

---

۵ مجلۃ الاحکام : م ۱۷۴۱، دیکھو ص ۲۔ تحت عنوان قرائن کی انواع۔

کو قائم کرنے کے لیے اور اپنے نفس سے نقصان کو دور کرنے کے لیے قسم کھانے کا اقدام کر بیٹھتا۔

قول ثانی: عمل بالقرائن جائز نہیں۔ جمہور فقہاء اسی طرف گئے ہیں خون کے معاملہ میں احتیاط کی بناء پر، نیز عقوبت و سزا میں خطا کی بہ نسبت عفو میں خطا کے بہتر ہونے کے باعث علاوہ ازیں شبہ کی بناء پر ٹالنے میں قصاص کو حدود پر قیاس کرنے کی وجہ سے۔

حدود و قصاص کے علاوہ دیگر معاملات میں اثبات بالقرائن

قرائن کا استعمال معاملات مالیہ اور احوال شخصیہ میں کیا جاتا ہے خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو مثلاً نسب اور وقف خواہ حقوق العباد سے جیسا کہ عقد نکاح میں اور الفاظ طلاق اور بیوع اور تبرعات وغیرہ میں۔

اثبات بالقرائن کی مشروعیت کے عنوان کے تحت یہ بات گزر چکی ہے کہ فقہاء متعدد واقعات میں قرائن پر عمل کرتے ہیں اور ان کو احکام کی علت بناتے ہیں اگرچہ ان کی مشروعیت کی تصریح نہیں کرتے اور اسی لیے انہوں نے قرائن پر عمل کرنے کا کوئی ضابطہ بھی وضع نہیں کیا۔ چنانچہ ہر فقہی مذہب میں نظر آئے گا کہ ایک حکم کے استنباط میں یا بینہ کی ترجیح میں ایک قرینہ کا سہارا لیا جاتا ہے اور بعض حالات میں قرائن کو کسی اور قرینہ کی وجہ سے چھوڑ بھی دیا جاتا ہے۔ فقہی مذاہب بعض حالات میں تو متفق ہیں اور بعض میں مختلف ـــ بہرحال فقہاء معاملات اور احوال شخصیہ میں دلیل کے نہ ہونے کی صورت میں اور ایسی نص کی عدم موجودگی میں جو قرائن کے استعمال کو منع کرتی ہو اثبات بالقرائن پر عمل کرتے ہیں۔

متفق علیہ قرائن

۱۔ جب ایک سواری پر سوار اور اس کی نکیل تھامے ہوئے شخص اس سواری کی ملکیت میں اختلاف کریں تو سوار کے حق میں فیصلہ دیا جائے گا۔

۲۔ رکاز (دفینہ)۔ اگر اس پر کفر کی علامات اور جاہلیت کے نقش ہوں تو وہ رکاز ہوگا اور اس میں بیت المال کے لیے خمس واجب ہوگا اور باقی کا مالک اس دفینہ کا پانے والا ہوگا ــــ یہ اس لیے کہ یہ علامات اور نشانات قرینہ ہیں اس کے زمانہ جاہلیت میں اور کفار کی جانب سے دفن کرنے پر۔ اور اگر اس پر مسلمانوں کی علامتیں پائی جاتی ہوں مثلاً شہادت، یا آیت قرآنیہ یا کسی مسلمان حکمران کا نام تو اس میں لقطہ کا حکم جاری ہوگا بوجہ اس بات پر واضح قرینہ کے کہ یہ کسی مسلمان کی ملک تھا پھر اس نے اس کو دفن کیا تھا یا اس سے یہ گم ہوگیا تھا۔

۳۔ تمام مذاہب اس پر متفق ہیں کہ شب زفاف میں دولہا کے پاس جو عورت لائی جائے گی اس سے مباشرت کرنا جائز ہے اگرچہ دو عادل گواہوں نے اس بات کی شہادت نہ دی ہو کہ یہی وہ عورت ہے کہ جس سے عقد منعقد ہوا ہے ــــ کیونکہ اس عورت کو بنا سنوار کر لے جانا اس بات پر شاہد ہے کہ وہ اس کی بیوی ہے، بوجہ عادۃً ایسے معاملہ میں عدم دھوکہ کے۔ فقہاء نے اس حکم کو قاطعہ شمار کیا ہے، عرف عادت کے جاری ہونے کی بنا پر۔

۴۔ عورت زنا میں اکراہ کا دعوےٰ کرے اور اس پر زبردستی کے آثار ہوں یا چیخنا چلانا پایا گیا ہو تو اس قرینہ کی وجہ سے عورت پر سے حد ساقط ہوگی۔[۱]

---

[۱] شرح المجلہ خالد الاتاسی م ۱۷۴۱۔ مطبوعہ کوئٹہ۔

Dr. Zakir Hu...

مختلف فیہ قرائن

۱۔ حنفیہ اور مالکیہ نے خلوت سے مہر کامل کے واجب ہونے کا قول کیا ہے۔ پس جب مرد اپنی بیوی سے خلوت کرے اور پردے وغیرہ گرا دے یا دروازے بند کر دے پھر اس کو طلاق دیدے تو اس پر مہر کامل کی ادائیگی کا حکم لگایا جائے گا۔ اگرچہ وہ صحبت کا منکر ہو کیونکہ عرف و عادت میں پہلی مرتبہ کی خلوت صحیحہ میں مرد بغیر صحبت کئے نہیں رہتا۔

۲۔ مرض موت ـــ حنفیہ وغیرہ نے مرض موت کو قرب موت پر قرینہ بنایا ہے اور اس قرینہ کا لحاظ کرتے ہوئے انہوں نے اس احتمال پر کہ مرض موت میں مبتلا مریض بعض ورثہ کو دوسرے پر ترجیح دینا چاہتا ہو اس مریض کو اقرار وغیرہ جیسے تصرفات سے بالکل روک دیا ہے اور ہبہ و وصیت جیسے تصرفات کو صرف ایک تہائی مال میں جاری کیا۔

۳۔ بیع بالتعاطی ـــ یعنی یہ کہ بغیر زبان سے ایجاب و قبول کے الفاظ نکالے سودا اٹھانا۔ اور اس کی قیمت بیچنے والے کے ہاتھ پر رکھ دینا۔ یہ بیع منعقد ہوگی بوجہ قرینہ کے کیونکہ متعین قیمت پر سودا سامنے رکھنا ایجاب کے قائمقام ہوگا اور مشتری کا قیمت ادا کرنا اور بیچنے والے کا سودے کو سپرد کر دینا قائمقام قبول کے ہوگا۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

مالکیہ اور حنابلہ نے اس بیع کے صحیح ہونے کا قول کیا ہے۔

حنفیہ میں سے متقدمین نے قلیل و حقیر اشیاء میں اس بیع کو صحیح قرار دیا البتہ متاخرین نے ہر شئی قلیل و کثیر میں اجازت دی ہے۔

شافعیہ نے اس بیع سے منع کیا سوائے خسیس و قلیل اشیاء کے بوجہ عرف و رواج کے۔

نوٹ: مضمون کے درمیان ہی میں بعض اقتباسات کے حوالے دے دیئے گئے ہیں بقیہ پورا مضمون الدکتور محمد مصطفیٰ زحیلی کی کتاب " وسائل الاثبات فی الشریعۃ الاسلامیۃ " کی فصل خامس بابت " الاثبات بالقرائن " سے ماخوذ ہے[1]

مؤلف

---

[1] مطبوعہ بیروت۔